بسم الله الرحمن الرحیم

خشیت الٰہی

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ . فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ کَثِیْرٌ مِنْھُمْ فَاسِقُوْنَ . وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ اٰخَرَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا . وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارَ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ . سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ .وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ . وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

خشیت کسے کہتے ہیں؟

خشوع دل کی وہ کیفیت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں بیٹھے ، اللہ رب العزت کی ہیبت دل میں بیٹھے ، اللہ رب العزت کی ایسی محبت دل میں آجائے کہ انسان اس کی ناراضگی کے تصور سے کانپ اٹھے ، انسان اس کی محبت میں اداس ہو جائے۔ پس ایسا انسان جس کے دل میں خشیت الٰہی پیدا ہو جائے وہ گناہوں کی طرف قدم نہیں

اٹھاتا۔

اعضائے انسانی پر خشیت کا اثر :

مفردات القرآن میں لکھا ہے **اَلْخُشُوْعُ اَلضَّرَاعَةُ وَ اَكْثَرُ مَا يُسْتَعْمَلُ فِيْمَا يُوْجَدُ عَلَى الْجَوَارِحِ** خشیت تضرع ، گڑگڑانے اور رونے کا نام ہے اور اس کا اثر انسان کے اعضاء پر ہوتا ہے۔ یہ خشیت انسان کے دل میں ہوتی ہے جب کہ اس کا اثر انسان کے جوارح پر نظر آتا ہے۔ جیسے آگ جلے تو دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور درخت لگے تو اس پر پھل نکلتے نظر آتے ہیں اسی طرح جس دل کے اندر خشیت ہو اس کے اعضاء پر اس خشیت کے آثار نظر آتے ہیں۔

کیوں دل جلوں کے لب پہ ہمیشہ فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ جلے اور دھواں نہ ہو

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دل میں آگ لگی ہوئی ہو اور اس کا دھواں ہی کسی کو محسوس نہ ہو۔

آہیں بھی نکلتی ہیں گر دل میں لگی ہو
ہو آگ تو موقوف دھواں نہیں ہوتا

جہنم کی آگ کی شدت :-

ارشاد نبوی ﷺ ہے **مَنْ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ** جو کوئی رو پڑا اللہ کی خشیت سے **حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ** اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔ جہنم کی آگ کو دنیا کی آگ کی طرح مت سمجھنا۔ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گناہ زیادہ سخت اور گرم ہے۔ جہنم کی آگ میں اتنی شدت ہے کہ اس آگ کا ایک ذرہ اگر طلوع آفتاب کی جگہ پر رکھ دیا جائے اور کوئی بندہ غروب آفتاب کی جگہ پر موجود ہو تو اس آگ کی شدت

اور گرمی سے وہ بندہ وہاں پر بھی جل جائے گا۔ دوزخیوں کے پسینے کے قطرے اس قدر گرم ہوں گے کہ اگر ان کو احد پہاڑ کے اوپر ڈال دیا جائے تو وہ پہاڑ بھی پگھل جائے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے نَارُکُمْ ھٰذِہٖ اَحَدًا وَّ سَبْعُوْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَھَنَّمَ یہ تمہاری دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے حصوں میں سے اکہترواں حصہ بنتی ہے۔

دنیا کی آگ اور جہنم کی آگ :-

دنیا کی آگ اور جہنم کی آگ میں چند باتیں زیر نظر رہیں۔

1۔ دنیا کی آگ عام اسباب کے تحت نیک اور بد سب کو جلاتی ہے۔ اللہ رب العزت کے ایک پیغمبر حضرت جرجیسؑ کو اس آگ نے جلا دیا تھا۔ دنیا کی آگ نے حضرت موسیٰؑ کی زبان کو جلا دیا تھا۔ اسی طرح نیک عورت کھانا پکا رہی ہو اور بے احتیاطی سے اگر اس کا ہاتھ آگ میں پڑ جائے تو اس کا بھی ہاتھ جل جائے گا مگر دوزخ کی آگ فقط مجرموں، گنہگاروں اور خطاکاروں کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ صرف اللہ کے نافرمانوں کو جلائے گی، نیک اور متقی لوگوں کو جہنم کی آگ کچھ نہیں کہہ سکے گی۔

2۔ دنیا کی آگ پانی سے بجھ جاتی ہے مگر جہنم کی آگ گنہگار بندے کی آنکھ سے نکلے ہوئے آنسوؤں سے بجھا کرتی ہے۔

3۔ دنیا کی آگ کو ہوا بھڑکاتی بھی ہے اور اگر کبھی تیز ہو تو بجھا بھی دیا کرتی ہے۔ اسی طرح جب مومن پل صراط سے گزریں گے تو جہنم کہے گی اَسْرِعْ یَا مُؤْمِنْ اے مومن! تو جلدی کر فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَاَ نَارِیْ کہ تیرے ایمان کے نور نے تو میری آگ کو بھی بجھا دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی فجر اور مغرب کی نماز کے بعد سات

مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ پڑھنے کا معمول بنالے تو اللہ رب العزت اس کو جہنم کی آگ سے پناہ عطا فرمادیتے ہیں۔

حقیقی مومن کون؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اس سے ڈر جائیں جو اللہ نے نازل کیا ہے یعنی اللہ کی یاد سے ان کے دل ڈر جائیں۔ سبحان اللہ، پروردگار عالم کیسے عجیب انداز سے ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا یعنی یہ کام تو پہلے سے ہو جانا چاہئے تھا۔ اب تو اتنی مدت اس کے بغیر گزر گئی ہے۔ امام رازیؒ اس آیت کے تحت تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں اِنَّ الْمُؤمِنَ لَا یَکُوْنُ مُؤمِنًا فِیْ الْحَقِیْقَةِ اِلَّا مَعَ خُشُوْعِ الْقَلْبِ مومن حقیقت میں اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دل کے اندر خشوع پیدا نہیں ہوتا۔

خشیت کی مختلف صورتیں

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ خشیت کی مختلف صورتیں ہیں۔

۞- نماز میں خشیت:

نماز کی خشیت دراصل طمانیت کہلاتی ہے۔ یعنی انسان نماز اتنی بنا سنوار کر پڑھے کہ اعضاء و جوارح میں سکون اور اطمینان ہو اور تعدیل ارکان کا خیال رکھے۔ اس کو کہتے ہیں جما کر نماز پڑھنا، بنا سنوار کے نماز پڑھنا۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کی وہ حدیث ہے جس میں ایک صاحب نے نماز کی نیت باندھی اور اپنی داڑھی کے بالوں میں انگلیاں ڈالنا شروع کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ لَوْ خَشَعَ قُلْبُ

ھٰذَا لَخَشَعَتْ جَوَارِحُہٗ اگر اس بندے کے دل میں خشیت ہوتی تو یہ اپنی داڑھی کے بالوں سے نہ کھیلتا بلکہ اس کے ہاتھوں کو سکون ہو جاتا۔

⊙۔ذکر اللہ میں خشیت :

جب انسان ذکر اور مراقبہ کی حالت میں ہو تو اس وقت بھی دل میں خشوع ہوتا ہے۔اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ بسااوقات انسان کے منہ سے اللہ کی محبت میں آہیں نکلتی ہیں، کبھی ٹھنڈی سانس لیتا ہے، کبھی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں، کبھی اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کبھی جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے،اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ رو رو کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ یہ تمام کیفیتیں تڑپنا، رونا، آہیں بھرنا اور بے ہوش ہو جانا، یہ سب اِقْشِعْرَار یعنی خشیت ہی کی اقسام ہیں۔

⊙۔اللہ تعالیٰ کی محبت میں آہیں بھرنا :

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرماتے ہیں اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ بے شک ابراہیم خلیل اللہ ،اللہ تعالیٰ کی محبت میں آہیں بھرا کرتے تھے۔ اگر کسی سے محبت ہو تو انسان کی زبان سے خود بخود ایسی آواز نکلتی ہے کہ دوسرے بندے کو محسوس ہو جاتا ہے کہ اس شخص کے دل کو کوئی غم لگا ہوا ہے۔

آہ کسے کہتے ہیں ؟

تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ اَلْاَوَّاہُ کا مطلب اَلْخَاشِعُ الْمُتَضَرِّعُ ہے یعنی خاشع وہ ہوتا ہے جس کے اوپر تضرع ہو، گڑگڑاہٹ ہو۔ آہ کہتے ہی اس کو ہیں جو زور کی ہو، آہ کبھی چھپی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں ایک شعر نقل کیا ہے کہ شاعر کہتا ہے

اذا ما کنت ارحلھا بلیل
تارۃ اھۃ رجل الحزین

جب میں رات کو اندھیرے میں اٹھتا ہوں کہ اپنی اونٹنی کو کس دوں تو وہ اونٹنی کسی غمناک مرد کی طرح آہیں بھرتی ہے...... اونٹنی بسا اوقات ایسی آواز نکالتی ہے کہ سننے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی غمناک مرد آہیں بھر رہا ہوتا ہے۔

خاموش رہ کے دل کا نکلتا نہیں غبار
اے عندلیب! بول دہائی خدا کی ہے
تڑپنا تلملانا ہجر میں رو رو کے مر جانا
ہے شیوہ عاشقی میں یہ مریضان محبت کا

اچھے سالک کی پہچان :-

ذکر کرتے وقت آہیں تو نکلتی ہیں مگر اچھا سالک وہ ہوتا ہے جو اس کو قابو میں رکھے۔ برتن بڑا ہوگا تو چھوٹی چیز آرام سے اس میں آجائے گی اور اگر برتن چھوٹا ہوگا تو ابل کر باہر نکل جائے گی۔ ہم نقشبند ہیں، ان احوال اور کیفیات کو دل کی ہنڈیا کے اندر ڈالئے اور اسکے اوپر اپنی فہم و فراست کا ڈھکنا ڈال دیجئے اور اس سالن کو اندر پکنے دیجئے۔ جو چیز عام حالات میں دیر سے پکتی ہے وہ ڈھکنا پڑنے کی وجہ سے بہت جلدی پکا کرتی ہے۔ لہٰذا اپنے دل کی ہنڈیا پر ڈھکنا دو اور اسے پکنے دو۔

وصل کا لطف یہی ہے کہ رہیں ہوش بجا
دل بھی قبضے میں رہے پہلو میں دلدار بھی ہو

اس لئے ہمارے نقشبند حضرات اپنے آپ کو قابو میں رکھتے ہیں۔

محبوب کی نظر عنایت :-

تاہم کبھی کبھی محبوب کی نظر ہی ایسی ہوتی ہے جو سینے سے پار ہو جاتی ہے۔ پھر بس میں نہیں ہوتا۔ ایسا بندہ جب کبھی رو پڑتا ہے تو اللہ رب العزت کے ہاں اس بندے کے آنسوؤں کی بڑی قدر و قیمت ہوا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت : -

محترم جماعت! اللہ رب العزت ہی وہ ہستی ہے کہ کائنات میں جتنی اس سے محبت کی گئی اتنی کسی اور سے نہیں کی گئی ، جتنا اللہ رب العزت کی تعریفیں کی گئیں کسی اور کی اتنی تعریفیں نہیں کی گئیں، جتنا دنیا میں اس کے سامنے فریادیں کی گئیں اتنا کسی اور کے سامنے فریاد نہیں کی گئی، جتنا اس کی چوکھٹ کو پکڑ کر رویا گیا اتنا کسی اور سخی کے در پر نہیں رویا گیا، جتنا اپنی پریشانیوں میں اللہ کو پکارا گیا کائنات میں کسی اور کو نہیں پکارا گیا۔ جب بے سہاروں کے سہارے نہیں رہتے تب اس کو ایک سہارا نظر آتا ہے۔ وہ اللہ رب العزت کی ذات ہوتی ہے، جب امید کی شمعیں گل ہو جاتی ہیں تو پھر صرف ایک کرن باقی ہوتی ہے، وہ اللہ رب العزت کی ذات ہوتی ہے، جب انسان ساری مخلوق کی بے وفائی سے ناامید ہو جاتا ہے تب اسے وفا والی ایک ہی ذات نظر آتی ہے، جب اسے کوئی فائدہ دینے والا نظر نہیں آتا تو اسے پروردگار عالم کی ذات نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا نظارہ کرنے والے انسان کے دل پر جب اللہ تعالیٰ کی عظمت ثبت ہو جاتی ہے تو انسان کی توجہ اپنے پروردگار کی طرف رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے گناہ کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو رب کریم مجھ سے ناراض ہوں گے۔

عوام الناس کے دل میں خشیت :

عام آدمی کا ڈر اور خوف اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ ڈرتا ہے اللہ رب العزت کی سزاؤں سے، وہ ڈرتا ہے کہ فرشتے ماریں گے، وہ ڈرتا ہے کہ جہنم کی آگ شدید گرم ہوگی، وہ ڈرتا ہے کہ قیامت کے دن ذلت ورسوائی ہوگی، وہ ڈرتا ہے کہ قیامت کا عذاب اور دردناک تکالیف برداشت کرنا مشکل ہوں گی، وہ ڈرتا ہے کہ کہیں قبر کے اندر سانپ نہ داخل کر دیئے جائیں، وہ ڈرتا ہے کہ جہنم میں کہیں بچھوؤں کی غار میں مجھے دھکیل نہ دیا جائے، وہ ڈرتا ہے کہ کہیں فرشتے مجھے گرز سے نہ ماریں۔ اس لئے وہ گناہوں سے بچتا ہے۔

اللہ والوں کے دل میں خشیت :-

اللہ والوں کا خوف اور طرح کا ہوتا ہے۔ ان کو تکالیف تو چھوٹی نظر آتی ہیں۔ ان کے دل میں ایک بڑی غمناک کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اگر میں گناہ کروں گا تو میرا پروردگار مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ محترم جماعت! جس سے رب کریم ناراض ہو گیا پھر دنیا میں اس کا کوئی نہ بچا، اس نے سب کچھ ضائع کر دیا۔ اللہ والے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں وہ اگر بڑھ چڑھ کر عبادت بھی کر رہے ہوتے ہیں تو انہیں پھر بھی قدم قدم پر یہی خوف رہتا ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ بے نیاز پروردگار ہماری عبادت کو کہیں منہ پر نہ مار دے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ریاکار لوگوں کی عبادتوں کو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر پھٹے ہوئے کپڑے کی طرح مار دیتے ہیں۔ راتوں کو جاگنے والے کتنے ہی ایسے ہوں گے کہ ریاکاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان راتوں کے اندھیروں کو ان کے چہروں پر مل دیں گے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہوں گے کہ دنیا میں کلمہ پڑھتے ہوں گے مگر ان کا عمل اس کے خلاف ہوگا جس کی وجہ سے موت کے بعد

قبروں میں ان کے رخ قبلہ سے بدل دیئے جائیں گے ، کتنے ہی لوگ ایسے ہوں گے کہ جب قبر میں پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ تم دلہن کی نیند سو جاؤ اور کئی ایسے بھی ہوں گے کہ جب قبر میں پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا نَمْ كَنَوْمَةِ الْمَنْحُوْسِ تم منحوس کی نیند سو جاؤ۔ ان کے لئے سزائیں ہوں گی کیونکہ پروردگار ان سے ناراض ہوگا، وہ عبادت بھی کر رہے ہوتے ہیں اور دل میں یہ کیفیت بھی ہوتی ہے کہ پروردگار اتنی عظمتوں اور کبریائی والا ہے، اس کی شان اتنی بلند ہے اور میں اتنا حقیر ہوں، میں گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں، میں اتنا عاجز ہوں، میں اتنا چھوٹا ہوں کہ میری عبادتیں نیچے رہ جائیں گی ، میری عبادتیں اس قابل نہیں کہ پروردگار کی جناب تک پہنچیں ، ان کے دل میں یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ اگر میری عبادتوں کی طرف پروردگار نے نظر ہی نہ اٹھائی تو میرا کیا بنے گا ؟ میری عبادتوں کے لئے آسمان کے دروازوں کو نہ کھولا گیا تو کیا بنے گا ؟ اس لئے بڑی بڑی عبادات کر کے پروردگار کو راضی کرنے والے مقربین ساری ساری رات عبادت کرتے رہے۔ چالیس چالیس سال عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نمازیں پڑھتے رہے۔ اس کے باوجود جب ان کو بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے جانا نصیب ہوا تو طواف کر کے مقام ابراہیمؑ پر دو نفل پڑھے اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یوں دعائیں مانگیں مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ اے اللہ ! ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا جو ہمیں کرنا چاہئے تھا مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اے اللہ ! ہمیں تیری معرفت جیسے حاصل کرنا چاہئے تھی ہم اس کو حاصل نہیں کر سکے ۔ سبحان اللہ یہ ان حضرات کی مناجات ہیں جن کی زندگیاں پھولوں کی نزاکت سے بھی زیادہ عفیف گزریں۔ کاملین حضرات اتنی زیادہ عبادات کے بعد اللہ رب العزت کے سامنے اپنا دامن پھیلا کر کہتے تھے ، اے اللہ ! اگر تو قبول

کرلے تو یہ تیرا فضل اور احسان ہے اور اگر تو رد فرمادے تو یہ تیرا عدل ہوگا۔ د
میں رونما ہونے والے واقعات ان کی نظر میں ہر وقت رہتے ہیں۔ بلعم باعور پانچ سو سال
تک عبادت کرتا رہا، میرے پروردگار کی شان بے نیازی کا مظاہرہ ہوا تو اس کی پانچ س
سال کی عبادت کو پھٹکار کے رکھ دیا۔ پھر اس کا حشر کتے کی مانند کر دیا اور اس کا تذکر
قرآن میں یوں فرمایا فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اس کی مثال تو کتے کی مانند ہے۔ اے
اللہ! تو اگر چاہے تو پانچ سو سال کی عبادت کے بعد کتے کی طرح حشر کر دے اور اگر
تیری رحمت جوش میں آجائے تو فضیل بن عیاضؒ کو ڈاکوؤں کی سرداری سے اٹھا کر
ولیوں کا سردار بنادے۔ جب انسان کا نفس ریاضت کی بھٹی میں پک کر کندن بنتا ہے ت
یہ گناہ کرنے سے ڈرتا ہے، خوف کھاتا ہے۔ جیسے کوئی اس بات سے ڈرتا ہے کہ بادشا
مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور کوئی غلط کام نہیں کرتا، اسی طرح بندے کے دل میں
جب خشیت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اللہ رب العزت کی ذات سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ
مالک ناراض نہ ہو جائے۔ اسی کو عارفین کا خوف کہتے ہیں۔

ایک مثال سے وضاحت:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر شیر پاس بیٹھا ہو تو دیکھو گے کہ آدمی اس سے ہیبت
کھائے گا حالانکہ وہ شیر اس آدمی کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا ہوتا' اسے کوئی نقصان بھی
نہیں پہنچا رہا ہوتا۔ مگر اس سب کے باوجود وہ انسان شیر کے اس رعب کی وجہ سے جو
اللہ نے شیر کو دیا ہے ہیبت زدہ ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے میری طرف توجہ
کر لی تو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اسی طرح چونکہ اللہ والوں کو اللہ رب
العزت کی جلالت شان کا علم ہوتا ہے وہ اس کی عظمتوں کو اور اس کی بے نیازی کو جانتے
ہیں کہ اگر کبھی اس کی بے نیازی کی ہوا چل گئی تو ہماری عبادتوں کو هَبَآءً مَّنْثُوْرًا کی

ند اڑا کر رکھ دیا جائے گا۔

یمان کی دلیل :-

اللہ والوں کے دلوں میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ عبادتیں بھی کرتے ہیں مگر ں کو سکون نہیں ہوتا۔ان کے دلوں میں ایک غم ہوتا ہے۔وہ موت سے پہلے کیسے سکون ہو سکتے ہیں جنہیں اپنے انجام کا پتہ نہیں کہ کس حال میں موت آئے گی۔ یں ہر وقت یہ خوف رہتا ہے کہ پتہ نہیں ہماری قبر جنت کا باغ بنے گی یا دوزخ کا گڑھا ، گی۔وہ رب کے سامنے پیشی کی کیفیت سے ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں مجرموں میں ر اکیا جائے گا یا عبادت گزاروں میں۔

محترم جماعت !ایسا بندہ پھر چین کی بنسی کیسے بجا سکتا ہے،وہ دنیا میں لمبی تان کر کیسے سکتا ہے،وہ دنیا کے اندر بے غم زندگی کیسے گزار سکتا ہے؟وہ تمام عبادتوں کے ود اپنے پروردگار کے سامنے اس کی بے نیازی اور عظمتوں کی وجہ سے ڈرتے ہیں نکہ عمل کرنا اور پھر اس پر ڈرنا ایمان کی دلیل ہوتی ہے۔

ئم اور چشمہ کے پانی کی تاثیر :

آیئے رونے کے بارے میں بھی چند باتیں کر لیں۔آنکھ کو اردو میں چشم کہتے ہیں۔ م سے آنسو نکلتے ہیں۔ایک چشمہ بھی ہوتا ہے جو زمین کی آنکھ ہوتا ہے۔اس میں سے پانی ابلتا ہے۔عربی زبان میں دونوں کو ”عین“ کہتے ہیں۔انسان کی آنکھ سے بھی پانی ا ہے اور زمین کی آنکھ سے بھی پانی نکلتا ہے۔

جس طرح چشمہ پانی کے بغیر بے کار ہوتا ہے اسی طرح انسان کی آنکھ بھی آنسوؤں کے بغیر بے کار ہوتی ہے۔

چشمے کے پانی سے دنیا کا باغ لگا کرتا ہے اور چشم کے پانی سے نیکیوں کا باغ لگا کرتا

ہے۔

◎۔ چشمے کے پانی سے نکلنے والی فصل فانی ہوتی ہے مگر چشم کے آنسو سے نکلنے والی فصل ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

◎۔ چشمے سے نکلنے والا پانی انسان کی ظاہری نجاست کو دور کر دیتا ہے اور انسان کی چشم سے نکلنے والا آنسو انسان کی باطنی نجاست کو دھو دیا کرتا ہے۔

◎۔ چشمے کا پانی اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ اسے تولا جائے مگر چشم سے نکلنے والا پانی اللہ رب العزت کے ہاں اتنی قدر و قیمت رکھتا ہے کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنی یاد میں یا گناہوں کو یاد کر کے رونے والے بندے کے آنسوؤں کو اس کے نامہ ءاعمال میں تولیں گے اور ایک ایک آنسو زمین اور آسمان سے زیادہ بھاری ہو جائے گا۔

اجرام فلکی پر خشیت الٰہی کا اثر :

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں قَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَضَرَّعُوْا وَ ابْکَوْا عاجزی کرو، زاری کرو اور روؤ فَاِنَّ السَّمٰوٰاتِ وَ الْاَرْضِ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ النُّجُوْمَ یَبْکُوْنَ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ کہ بیشک آسمان، زمین، سورج، چاند اور ستارے اللہ تعالیٰ کی خشیت سے روتے ہیں۔ جب کہ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ہنسنے کے مزے سے واقف ہیں رونے کے مزے سے واقف نہیں ہیں۔

رونے کی لذت :

اے مردہ سر کی طرح دانت نکالنے والے!...... بکری کا سر کٹا ہوا ہو تو کبھی دیکھا کہ اس کے دانت نکلے ہوتے ہیں...... اے مردہ سر کی طرح دانت نکالنے والے! تجھے رونے کی لذت کا کیا پتہ......!!! جب شمع کی طرح آنسو بہائے گا تو اپنے دل کے گھر

روشن پائے گا۔

رونے کی اقسام

رونے کی مختلف اقسام ہیں۔

1. مصیبت میں رونا

ایک ہوتا ہے مصیبت میں رونا۔ یہ ایک طبعی امر ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا جس پر بھی مصیبت آئے اس کی آنکھوں سے آنسو آجاتے ہیں۔ مومن کو دنیا میں جو بھی چھوٹی یا بڑی مصیبت آئے اس پر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ہوا کے جھونکے سے چراغ بھی بجھ جائے تو اس چراغ کے بجھنے پر بھی اس مومن کو اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں۔ اسی طرح ایک آدمی نے اگر اپنی قمیص کو دو جیبیں لگوائی ہوئی ہوں اور کوئی چیز ایک جیب میں ڈال لے۔ پھر ضرورت کے وقت بھولے سے دوسری جیب میں تلاش کرے تو اسے اس جیب سے وہ چیز نہیں ملتی ۔ اس پر اسے پریشانی ہوتی ہے۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ دوسری جیب میں اسے تلاش کرنے پر مل بھی جاتی ہے تو اسے اس پریشانی پر بھی اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔

2. کسی کی جدائی میں رونا

دوسرا ہوتا ہے کسی کے فراق اور جدائی میں رونا۔ جیسے حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کی جدائی میں رویا کرتے تھے۔ اتنا روتے تھے کہ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ غم

کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔

حضرت یوسفؑ کی جدائی میں اتنا غم کیوں؟

یہاں علماء نے ایک اشکال اور اس کا جواب لکھا ہے۔ وہ اشکال یہ ہے کہ بیٹے کی جدائی میں پیغمبرؑ کا اتنا زیادہ رونا عجیب معلوم ہوتا ہے کیونکہ آخر بیٹا تھا، بیٹے فوت بھی ہو جاتے ہیں، بیٹوں کو کوئی پکڑ کر بھی لے جاتا ہے۔ علماء نے اس کا جواب لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو معلوم تھا کہ میرا بیٹا میرے بعد میرے علم کا وارث بنے گا اور اپنے وقت کا نبی بنے گا۔ لہٰذا وہ اپنے بیٹے کی جدائی میں اس لئے زیادہ روتے تھے کہ پتہ نہیں کہ اس کے ایمان کا کیا حال ہو گا۔ اور کیسے لوگوں کے پاس ہو گا۔ پھر اس جواب کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے اپنی قمیص بھیجی کہ میرے والد گرامی کے پاس لے جاؤ اور خوشخبری لانے والا لایا تو انہوں نے سب سے پہلی بات یہ پوچھی کہ تم نے یوسف کو کس حال میں پایا۔ اس نے کہا کہ میں نے ان کو دین اسلام پر پایا تو آپؑ نے فرمایا اَلْاٰنَ تَمَّتْ نِعْمَتُ رَبِّیْ اب میرے رب کی نعمت مجھ پر کامل ہو گئی کہ میرا بیٹا ابھی تک دین اسلام پر موجود ہے۔

ایک اور نکتہ :-

حضرت مجدد الف ثانیؒ اس میں ایک نکتہ اور لکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو جنتی حسن کی ایک جھلک سی دے دی تھی۔ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب زنان مصر نے یوسفؑ کو دیکھا تو کہنے لگیں مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ یہ بشر نہیں، یہ تو کوئی بڑا اکرم فرشتہ معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ ان کو جنتی حسن کا بہت چھوٹا سا حصہ دے دیا تھا۔ اس لئے ان کی خوبصورتی پر ہر ایک قربان ہوا جاتا تھا۔ مومن ہمیشہ جنت کی چیزوں سے اور جنت سے محبت کرتا ہے،

للہ تعالیٰ بھی بندوں کو جنت کی طرف بلا رہے ہیں۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ تو جس نعمت کی طرف پروردگار بلائے مومن اس نعمت سے محبت کرتا ہے، چونکہ حضرت یعقوبؑ کو جنت سے محبت تھی اور بیٹے کو ملنے والے جنتی حسن سے بھی بہت محبت تھی اس لئے اس جنتی حسن کی جدائی پر حضرت یعقوبؑ رویا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے آنسو:۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ کی جب وفات ہوئی تو نبی کرم ﷺ نے انہیں دفن فرمادیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک صحابیؓ نے دیکھ کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اَلْقَلْبُ یَحْزَنُ دل مغموم ہے وَالْعَیْنُ تَدْمَعُ آنکھ رو رہی ہے۔ وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر بڑے غمناک ہیں۔

اذان بلالؓ کے وقت صحابہ کرامؓ کا رونا:

حضرت بلالؓ نبی اکرم ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد شام ہجرت کر گئے تھے۔ بہت عرصہ وہاں رہے۔ ایک مرتبہ خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا، بلال! تم ہمیں ملنے ہی نہیں آتے۔ مقصد یہ کہ تم نے تو دور بسیرے کر لئے ہیں۔ دل بڑا اداس ہوا۔ چنانچہ سفر کر کے شام سے مدینہ طیبہ آئے۔ صحابہ کرامؓ نے جب حضرت بلالؓ کو دیکھا تو پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ صحابہ کرامؓ جمع ہو گئے۔ سب کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ حضرت بلالؓ سے دور نبوی ﷺ والی اذان سنیں۔ چنانچہ جب حضرت بلالؓ کے سامنے انہوں نے اپنی تمنا ظاہر کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں قابو نہ رہ سکوں گا۔ سب حضرات اصرار کرتے رہے مگر آپ انکار کرتے

رہے۔ بالآخر حسنین کریمینؓ آگئے۔ دونوں شہزادوں نے آکر تمنا ظاہر کی کہ ہمیں اپنے نانا ﷺ کے دور کی اذان سنا دیجئے۔ شہزادوں کی فرمائش کوئی چھوٹی فرمائش نہ تھی۔ چنانچہ اسی جگہ پر کھڑے ہوگئے جہاں نبی اکرم ﷺ کے دور میں کھڑے ہو کر اذان دیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر کہہ کر اذان دینا شروع کی۔ آواز بلالؓ کی تھی مگر صحابہ کرامؓ کے دل میں یاد اپنے محبوب ﷺ کی تھی۔ ادھر اذان ہو رہی تھی اور ادھر دل بے قابو ہوتے چلے جا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں، آنسوؤں کے موتی گر رہے تھے۔ آنکھوں نے ساون بھادوں کی برسات برسانا شروع کر دی۔ حتیٰ کہ یہ معاملہ آنسوؤں تک نہ رہا بلکہ ان کی زبانوں سے بھی نبی اکرم ﷺ کی جدائی میں محبت کی باتیں نکلنا شروع ہو گئیں۔ یہ شور اتنا بلند ہوا کہ مدینہ طیبہ کے گھروں میں صحابیات نے بھی حضرت بلالؓ کی آواز سن لی۔ پس وہ بھی اپنے گھروں سے روتی ہوئی باہر آگئیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ **فَلَمْ يَقْدِرُ عَلَيْهِ فَسَكَتَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ حُبًّا لِلنَّبِيِّ ﷺ** حضرت بلالؓ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور نبی اکرم ﷺ کی محبت کی وجہ سے غش کھا کر نیچے گر گئے۔ **وَ شَوْقًا عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ عِنْدَ ذٰلِكَ بُكَاءُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ** اور اہل مدینہ کے رونے دھونے کی آوازیں اتنی بلند ہوئیں۔ **مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ** وہ مہاجرین میں سے تھے یا انصار میں سے تھے۔ **حَتّٰى خَرَجَتِ الْعَوَائِقُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ شَوْقًا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ** حتیٰ کہ گھروں میں بیٹھی ہوئی عورتیں بھی باہر نکلیں اور انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ سوچئے تو سہی کہ نبی اکرم ﷺ کی جدائی کے اندر ان کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ یا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی محبت میں اور جدائی میں رونا بھی عین عبادت ہے۔

یہ رونا کیسا ہے ؟

لیکن خشک بندے کو اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ عاجز ایک مرتبہ مواجہ شریف کے سامنے کھڑا تھا۔ ایک صاحب میرے ساتھ ہی خاموش کھڑے رو رہے تھے۔ ایک خشک بندہ اس کے قریب آکر کہنے لگا مَا هٰذِهِ الْبُكٰى یہ رونا کیسا ہے ؟ افسوس کہ اس بیچارے کی سمجھ میں بھی نہیں آتا تھا کہ یہ رونا بھی کچھ ہوتا ہے۔

3. تلاوت کے وقت رونا

رونے کی تیسری قسم تلاوت قرآن مجید کے وقت رونے کی ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت جس آدمی کی آنکھوں میں سے آنسو نکل آتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب کر دیتے ہیں۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ تلاوت قرآن کرتے ہوئے جب تم جہنم اور عذاب کی آیات پڑھو تو فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا تمہیں رونا نہ آئے تو تم رونے والی شکل ہی بنا لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس بہروپ کو ہی قبول فرمالیں گے۔

تلاوت کے وقت صحابہ کرامؓ کی حالت :

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت صحابہ کرامؓ کی حالت عجیب ہوتی تھی۔ فَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ مَّنْ صَعِقَ بہت سارے تو ان میں ایسے تھے کہ جو جھومتے تھے۔ وَ مِنْهُمْ مَّنْ بَكٰى ۔ بعض ایسے تھے جو روتے تھے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ غَشِيَ عَلَيْهِ بعض ایسے تھے جو بے ہوش ہو جاتے تھے۔ وَ مِنْهُمْ مَّنْ مَّاتَ فِيْ غَشْيَتِهٖ اور بعض ایسے تھے کہ اس بے ہوشی کے عالم میں ان کی جان جان آفرین کے سپرد ہو جایا کرتی تھی۔ تو قرآن پڑھنے اور سننے کے وقت رونا صحابہ کرامؓ کی سنت ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کے دل میں خشیت الٰہی :-

جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں ابو بکرؓ سے کہتا ہوں کہ وہ میری بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کی نماز کا امام بنے اور سیدہ عائشہ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ ! اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْمَعِ النَّاسُ مِنَ الْبُكٰى بے شک ابو بکرؓ کی حالت ایسی ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہونگے تو وہ تلاوت کرتے ہوئے اتنا روئیں گے کہ نمازیوں کو ان کی تلاوت قرآن سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ میں ان کی طبیعت کو جانتی ہوں۔ میں ان کی بیٹی ہوں۔

حضرت عمرؓ کے دل میں خشیت الٰہی :

حضرت عمرؓ کا حال یہ تھا کہ فجر کی نماز میں امام ہوتے تھے۔ سورۂ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے اتنا روتے کہ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ وَ اَنَا فِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ میں صفوں کے آخر میں تھا يَقْرَءُ حضرت عمر پڑھ رہے تھے۔ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ ۔ اور میں آخری صف میں کھڑا ان کے رونے کی آواز کو سن رہا تھا۔

امام شافعیؒ کے دل میں خشیت الٰہی :

امام شافعیؒ نے ایک مرتبہ آیت سنی هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ اس آیت کا سننا تھا کہ غش کھا کر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

علی بن فضیلؒ کے دل میں خشیت الٰہی :

فضیل بن عیاضؒ کے بیٹے علی بن فضیلؒ کو مقام خوف نصیب تھا۔ جب قرآن پڑھا یا سنا کرتے تو عذاب کی آیتوں پر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ چنانچہ دل میں تمنا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! کبھی مجھے بھی ایک ہی وقت میں پورا قرآن سننے کی توفیق عطا فرما کیونکہ و

لاوت کرتے وقت تھوڑا سا پڑھتے اور جہاں ڈرانے کی بات آتی تو وہیں بے ہوش ہو
جاتے تھے۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے قاری صاحب نے
پڑھا یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ انسان اپنے پروردگار
کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ اس بات کو سنا اور اسی وقت بے ہوش ہو کر گر
گئے۔ اللہ اکبر

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے دل میں خشیت الٰہی :

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ایک مرتبہ پوری رات یہ آیت پڑھتے ہوئے گزار دی
وَبَدَالَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ

حضرت شبلیؒ کے دل میں خشیت الٰہی :

ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ نے یہ آیت سنی لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْھَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا
اِلَیْکَ امام تراویح پڑھا رہا تھا۔ جب اس نے یہ آیت پڑھی تو حضرت شبلیؒ وہیں گر کر بے
ہوش ہو گئے۔ ہمیں کیا پتہ کہ قرآن سن کر عاشقوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

ناز ہے گل کو نزاکت کا چمن میں اے ذوق!
اس نے دیکھے ہی نہیں نازو نزاکت والے

ہماری حالت زار :

آج یہاں بھی قرآن پڑھا جاتا ہے مگر معانی کا اتنا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ قاری
صاحب پڑھ رہے ہوتے ہیں اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ اور سننے والے اچھی
آواز کی وجہ سے سبحان اللہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان الفاظ کا ترجمہ ہے کہ ہم ان
مجرموں سے خود انتقام لیں گے۔ اور سننے والے بندے گناہوں کے پلندے سبحان اللہ
کہہ رہے ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فقط قاری صاحب کی آواز کانوں تک پہنچ رہی ہوتی

ہے لیکن اس کی کیفیت اور معانی دل میں نہیں پہنچ رہے ہوتے۔

ایک علمی نکتہ :

ایک علمی نکتہ سمجھ لیجئے۔ آپ نے عام طور پر دیکھا ہو گا کہ جب لوگوں کے سامنے اشعار پڑھے جاتے ہیں تو ان کو بڑا رونا آتا ہے مگر قرآن پڑھا جائے تو رونا نہیں آتا۔ اس مرض میں عوام الناس بھی شامل ہیں اور کئی علماء بھی شامل ہیں۔ اب دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے۔ اشعار مخلوق کا کلام ہوتے ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ انسان کے دل میں جب مخلوق کا تعلق موجود ہوتا ہے تب اس کو اشعار سن کر رونا آتا ہے اور جب ماسوا کی گرفتاری سے نجات نصیب ہوتی ہے تب اسے قرآن سن کر رونا آتا ہے۔ یہ ہمارے دل کی کیفیت کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر قرآن سن کر رونا نہیں آتا تو سمجھ لیں کہ ابھی محبت کا وہ مقام حاصل نہیں ہے جو ہونا چاہئے تھا بلکہ ابھی تک مخلوق کے تعلق سے جان نہیں چھوٹی، ابھی خالق کے ساتھ پوری طرح منتھی نہیں ہوئے، واصل نہیں ہوئے، دل کو غیر سے خالی نہیں کیا۔

لمحہ ء فکریہ

اہل علم کی پہچان :-

اب آپ کے سامنے دو آیتیں پیش کی جائیں گی۔ محفل سے اٹھ کر دو سجدے کر لینا۔ (اگر قارئین کرام بھی یہ آیات پڑھیں تو وہ بھی سجدے کریں) فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ بے شک وہ لوگ جن کو پہلے علم عطا کیا گیا اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا تو وہ اپنے کانوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہا کرتے تھے سُبْحٰنَ رَبِّنَا

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَ يَخِرُّوْنَ لِلاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وہ قرآن سنتے تھے اور سجدے میں گر پڑتے تھے۔ مگر حالت کیا ہوتی تھی؟ يَبْكُوْنَ وہ رو رہے ہوتے تھے۔ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا اور ان کے دلوں کے اندر خشوع بڑھ جایا کرتا تھا۔ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی پہچان بتادی ہے کہ وہ قرآن سنتے تھے اور روتے تھے۔

الفاظ اور حروف کا علم :

اس محفل میں اس عاجز کے اندازے کے مطابق سو سے زیادہ عالم بیٹھے ہوں گے۔ کوئی ایک آدمی کھڑا ہو کر بتا سکتا ہے کہ میں نے قرآن سنا اور سن کر مجھ پر اتنا گریہ طاری ہوا کہ میں روتے ہوئے گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ ہمارا علم فقط الفاظ اور حروف کا علم ہے۔ اس سے ایک قدم آگے بڑھائیے اور احوال و کیفیات کو بھی حاصل کر لیجئے۔ ہمارے سلف صالحین کے اندر علم الفاظ اور حروف کی شکل میں بھی ہوتا تھا اور احوال و کیفیات کی شکل میں بھی۔

جسموں پر نشان :-

چلیں عوام الناس کو چھوڑ دیجئے۔ ہم اہل علم کی بات کرتے ہیں جنہوں نے دس پندرہ سال تک علم پڑھا اور پڑھایا کہ ان کے ٹخنوں، گھٹنوں اور سرینوں پر نشان پڑ گئے۔ اب وہ ایک قدم اور بھی آگے بڑھائیں کہ علم پر عمل میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ نشانوں کی کیا بات ہے، کیا جانوروں کے جسم پر نشان نہیں ہوتے؟ کبھی گدھے اور گھوڑے کو دیکھا کریں، بیٹھ بیٹھ کر ان کے ٹخنوں اور گھٹنوں پر بھی نشان پڑ جاتے ہیں۔ تو فقط نشان کی بات نہیں، اب ایک قدم اور آگے بڑھنا ہے، ہمیں قرآن کے ایک ایک لفظ پر عمل کرنا ہے۔

رونے کی توفیق کب ملے گی؟

ایک دوسری آیت آپ کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ ہم سب مل کر سوچیں کہ کیا ہم نے پوری زندگی میں اس آیت پر عمل کیا یا ابھی تک عمل نہیں کر پائے۔ اگر ابھی تک عمل نہیں کر پائے تو پھر عمل کرنے کا وقت کب آئے گا...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور جن کو ہم نے اپنے لئے چن لیا۔ یہ بات ہو رہی ہے ان بندوں کی جن کو پروردگار ہدایت دے کر اپنے دین کے کام کے لئے قبول کر لیتے ہیں، جن کی زندگیاں منبر و محراب کے لئے وقف ہو جاتی ہیں، جو لوگ انبیاءؑ کے نائب اور ان کے وارث کہے جاتے ہیں ان کی صفت ارشاد فرمائی اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو خَرُّوْا سُجَّدًا وَ بُكِيًّا وہ سجدہ کر دیتے ہیں روتے ہوئے۔

اب بتائیے کہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں تراویح میں اس آیت کو درجنوں مرتبہ سنا ہوگا مگر ہر مرتبہ پوری کی پوری مسجد کے لوگ اس آیت کو سن کر خَرُّوْا سُجَّدًا پر تو عمل کرتے ہیں لیکن پوری مسجد میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوتا جو بُكِيًّا پر عمل کرنے والا ہو۔ وہ وقت کب آئے گا جب ہم ایک قدم اور آگے بڑھیں گے۔ اور دل کی کیفیت ایسی بنے گی کہ جب ہم ان آیتوں کو پڑھیں گے تو ساتھ ہی آنکھوں سے ساون بھادوں کی برسات شروع ہو جائے گی۔ سلف صالحین اس آیت کو تراویح میں سنتے تھے تو جسم تو سجدے میں جاتے تھے مگر دل میں خشیت کی وجہ سے سجدے میں آنسو آیا کرتے تھے۔ ہم نے کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچا ہے کہ ہمیں رونا کیوں نہیں آتا؟ کیا ساری زندگی قرآن کی تفسیر اور حدیث پڑھا کر وَ بُكِيًّا کے لفظ پر عمل کئے بغیر ہی مر جائیں گے، رونے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے کب پائیں گے......؟

محترم جماعت! رونے کی توفیق ملتی ہے مگر سوالی کو۔ پیٹ بھرنے سے نہیں ملتی، یہ خالی پیٹ رہ کر ملا کرتی ہے، یہ اخبار پڑھنے سے نہیں ملتی یہ قرآن پڑھنے سے ملا کرتی ہے، یہ فقط تنقید کرنے سے نہیں ملتی یہ سنت کی پیروی کرنے سے ملا کرتی ہے۔ اس لئے ہم اپنے دل کی کیفیت کو دیکھیں کہ آج ہمارے دل کی حالت کیا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ بھری مسجد کے نمازی سجدہ کرتے ہیں مگر رونے کی توفیق نہیں ملتی۔ کاش کہ اللہ رب العزت ہمیں اپنے سامنے رونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سجدہ بھی کرتے اور روتے بھی تاکہ قرآن کی اس آیت پر بھی ہمارا عمل ہو جاتا۔

ہماری غفلت کا نتیجہ :-

ہماری اس حالت زار کو دیکھ کر رب کریم کو بھی فرمانا پڑا وَ تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ تم ہنستے تو ہو اور روتے نہیں۔ وجہ کیا ہے؟ وَ اَنْتُمْ سَامِدُوْنَ اس لئے کہ تم غافل ہو۔ تو معلوم ہوا کہ جب غفلت نکل جاتی ہے تو پھر ہنسنا کم ہو جاتا ہے اور انسان کا رونا زیادہ ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید سے گواہی :-

قرآن پاک سے گواہی مانگئے۔ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اللہ تعالیٰ کے قرآن سے بڑا گواہ کون ہے؟ قرآن صحابہ کرامؓ کی حالت بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ .وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ.

جو یوں گڑگڑا کر مانگتے تھے تو پروردگار فرماتے ہیں فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جو

مانگتے تھے اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرما دیتے تھے اور اس کو پورا کر دیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ

سب سے بڑی مصیبت :-

فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ یَسْتَحِبُ الْبُکٰی مَعَ الْقِرأۃِ جب انسان قرآن مجید پڑھے تو اچھا ہے کہ وہ روئے وَ طَرِیْقُ تَحْصِیلِہٖ اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اَنْ یَحْضُرَ قَلْبَہُ الْحُزْنَ وہ اپنے دل میں غم کو حاضر کرے وَ الْخَوْفَ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کو حاضر کرے۔ اس کے باوجود بھی اگر رونا نہ آئے تو فَاِنَّہُ مِنْ اَعْظَمِ الْمَصَائِبِ تو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے جو اس بندے کے سر پر آپڑی ہے۔

4. گناہوں کو یاد کر کے رونا

رونے کی چوتھی قسم گناہوں کو یاد کر کے رونا ہے۔ جب انسان نادم اور شرمندہ ہو کر روتا ہے تو یہ رونا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقبول ہوتا ہے۔ اس لئے یہ بھی عبادت ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے مَن تَذَکَّرَ خَطَایَاہُ جس نے اپنی کوتاہیوں، غلطیوں اور گناہوں کو یاد کیا بَکٰی عَیْنَاہُ اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے رَضِیَ اللّٰہُ مِنْہُ الْاِلٰہُ اس سے اس کا معبود راضی ہو جاتا ہے۔ ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی انسان گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے تو اس کے اوپر جتنے بال ہوتے ہیں اتنے توبہ کرنے والوں کا ثواب اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

انبیائے کرام کا رونا :

سیدنا آدمؑ اپنی بھول اور نسیان کے بعد تین سو سال تک روتے رہے۔ حضرت داؤدؑ چالیس سال تک روتے رہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ تو انبیائے کرام کی باتیں ہیں۔ اب

اس امت کے اکابرین کا حال بھی سن لو۔

حضرت حسن بصریؒ کا رونا:

حسن بصریؒ اتنا روتے تھے کہ رونے کی کثرت کی وجہ سے ان کے آنسوؤں کا پانی زمین پر بہہ پڑتا تھا۔ یہ رونا خشیت الٰہی کی وجہ سے تھا، اپنے اتنے اچھے اعمال ہونے کے باوجود بھی روتے تھے۔

رابعہ بصریہؒ کا رونا:

رابعہ بصریہؒ روتی تھیں اور اپنے آنسوؤں کو زمین پر چھڑکتی رہتی تھیں۔ ان کے آنسوؤں کا اتنا پانی ہوتا تھا کہ اس جگہ کے اوپر گھاس اگ آیا کرتی تھی۔

حضرت عمرؓ کا رونا:

سیدنا عمرؓ اتنے کثیر البکاء تھے کہ آپ کی آنکھوں سے بکثرت آنسوؤں کے گرنے کی وجہ سے آپ کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان بن گئے تھے۔ آنسوؤں کی لڑی کے نشان اور لائنیں بن گئی تھیں۔

آخرت کی شرمندگی:

جو انسان اپنے گناہوں پر دنیا میں شرمندہ نہیں ہوگا اسے اپنے گناہ کی وجہ سے آخرت میں شرمندہ ہونا پڑے گا۔ لہٰذا جب گنہگار لوگ قیامت کے دن کھڑے کئے جائیں گے تو ان کی آنکھیں شرم کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی۔ قرآن سے پوچھئے کہ ان کا حال کیا ہوگا۔ فرمایا **وَلَوْ تَرٰى اِذِا لْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ** اور یاد کرو اس وقت کو جب مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ ان کی گردنیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان کی آنکھیں اوپر نہیں اٹھتی ہوں گی۔ وہ اپنے پروردگار کو چہرہ نہیں دکھا سکیں گے۔ تو یاد

رکھئے کہ یا تو دنیا میں ہی ان گناہوں پر شرمندہ ہولیں، یہ آسان کام ہے، وگرنہ قیامت کے دن تو شرمندہ ہونا ہی پڑے گا۔ تاہم پروردگار عالم بھی بڑے کریم ہیں کہ جب کوئی بندہ اپنے گناہوں پر رو پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ سے بری فرما دیتے ہیں۔

محترم جماعت! آج بندوں کے سامنے روئیں گے مگر کل پروردگار کے سامنے رونا پڑے گا۔ کل نبی اکرم ﷺ کے سامنے شرمندہ ہو کر رونا پڑے گا۔ آقا ﷺ کے سامنے گناہ کھولے جائیں گے تو سوچیں کہ کیا منہ دکھائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ کیا کہیں گے کہ میری امت نے میرے تہجد کے آنسوؤں کی قدر نہ کی، میں ان کی مغفرت کے لئے رات کو تہجد میں روتا تھا، میرے بعد میں آنے والے یہ کیسے نام لیوا تھے، یہ کیسے میرے راستے پر چلنے والے تھے جو گناہ بھی کرتے تھے اور شرمندہ بھی نہ ہوتے تھے۔ اللہ رب العزت ہمیں قیامت کی شرمندگی سے محفوظ فرمادے۔ (آمین)

رونے کی فضیلت:

ابن ماجہ شریف کی ایک حدیث ہے **مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ كَانَ مِثْلُ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حَرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ** جب کوئی آدمی خشیت الٰہی کی وجہ سے روتا ہے اور اس کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس آنسو کی وجہ سے اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔

دو پسندیدہ قطرے:

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ **لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ** اللہ تعالیٰ کو دو قطروں سے زیادہ پسندیدہ کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ **قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ**

خَشْيَةِ اللّٰهِ ایک تو آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے بہہ پڑے۔ اور دوسرا قَطْرَةُ دَمٍ تَهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خون کا وہ قطرہ جو مجاہد کے جسم سے جہاد کی حالت میں گرتا ہے۔

رب کریم! آپ کتنے مہربان اور کریم ہیں کہ ایک گنہگار کی آنکھوں سے آنسو کا قطرہ نکل رہا ہے، آپ اس کو اور شہید کے جسم سے نکلنے والے خون کے قطرے کو برابر بیان فرمارہے ہیں۔ اے اللہ! آپ نے گنہگار کو کتنی عظمت دی۔ اے اللہ! آپ کی رحمت کتنی وسیع ہے، قربان جائیں آپ کی رحیمی پر، قربان جائیں آپ کی ستاری پر۔ رب کریم! آپ قبول کرنے پر آجائیں تو معمولی بہانے پر زندگی کی غلطیوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادیں اور اگر آپ بے نیازی کا مظاہرہ فرمادیں تو انسانوں کی عبادتیں تیری جناب کے لائق نہیں۔ تیری شان بلند ہے، تو اتنی عظمتوں والا ہے کہ ہم تیری شان کے مطابق تیری عبادت نہیں کر سکتے۔ رب کریم! یہ نیکیوں کے، نمازوں کے اور ذکر مراقبہ کے پھولوں کا گلدستہ ہم نے آپ کی خدمت کے لئے تیار کیا ہے، اے اللہ! اگر تو قبول کرلے تو یہ تیرا فضل ہوگا اور اگر تو قبول نہ کرے گا تو یہ تیرا عدل ہوگا مگر ہم آپ سے آپ کا فضل مانگتے ہیں۔ ہم پر مہربانی فرمادیجئے۔

پلکوں کے بال کی گواہی:

محترم جماعت! قیامت کے دن ایک آدمی اپنے گناہوں پر نادم ہوگا مگر اس کی شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ پھر اس آدمی کی پلکوں کا ایک بال گواہی دے گا۔ حدیث پاک میں آیا ہے فَتَشْهَدَ تِلْكَ الشَّعْرُ پلکوں کا وہ بال اس بندے کے لئے گواہی دے گا کہ اِنَّهُ قَدْ بَكٰى فِيْ الدُّنْيَا مِنْ خَوْفِ رَبِّهٖ اے اللہ! یہ بندہ دنیا میں آپ کے خوف کی وجہ سے رویا تھا فَيُغْفَرُ لَهُ وَ يُنَادِىْ مُنَادٍ اس کی بخشش کردی جائے گی

اور ایک اعلان کرنے والا فرشتہ یہ اعلان کرے گا کہ اے لوگو! هٰذَا عَتِيْقُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِشَعْرِهٖ یہ وہ بندہ ہے جس کی پلکوں کے بال کی گواہی کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی آگ سے بری فرما دیا۔ سبحان اللہ

5. اللہ تعالیٰ کے اشتیاق میں رونا

پانچویں قسم کا رونا اللہ تعالیٰ کے اشتیاق میں رونا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو یہ رونا نصیب ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے مَنْ بَكٰى فِيْ اِشْتِيَاقِ الْمَوْلٰى فَلَهٗ جَنَّةُ الْمَاْوٰى جو آدمی اللہ تعالیٰ کے اشتیاق میں روتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت الماوی عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی پسند ہے کہ کوئی اس کی محبت میں روئے۔

حضرت شعیبؑ کا اشتیاق الٰہی میں رونا :

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شعیب علیہ السلام روئے۔ فَقَالَ اللّٰهُ لَهٗ مَا هٰذَا الْبُكٰى اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، اے شعیبؑ! آپ کا یہ رونا کیسا؟ اَشَوْقًا اِلَى الْجَنَّةِ اَمْ خَوْفًا مِنَ النَّارِ کیا جنت کے شوق کی وجہ سے ہے یا جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے فَقَالَ لَا يَا رَبِّ عرض کیا، اے پروردگار! ایسا تو نہیں۔ گویا نہ جنت کے شوق میں اور نہ جہنم کے خوف سے میں رو رہا ہوں وَلٰكِنْ شَوْقًا اِلٰى لِقَائِكَ میں تو آپ کی ملاقات کے شوق میں رو رہا ہوں۔ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اللہ رب العزت نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی اَنْ يَكُنْ ذٰلِكَ هَنِيْأً لَكَ لِقَائِيْ يَا شُعَيْبُ لِذٰلِكَ اے شعیب! آپ کو مبارک ہو کہ اس رونے کی وجہ سے آپ کو میری

ملاقات نصیب ہوگی۔ سبحان اللہ

حضور اکرم ﷺ کا اشتیاق الٰہی میں رونا :

سیدنا عمرؓ کی صاحبزادی اور امت کی ماں سیدہ حفصہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور بستر پر آرام فرمانے لگے۔ میرے بھائی عبداللہ ابن عمرؓ صحن میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بستر پر آرام کر رہی تھی۔ اچانک حضرت عبداللہؓ نے آیت پڑھی۔ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ مجرم لوگ قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہوں گے کہ ان کے پروردگار کے درمیان حجاب (پردہ) ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت سنی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ سیدہ حفصہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اپنے رخسار پر نبی اکرم ﷺ کے آنسو گرتے ہوئے محسوس ہوئے تو میں حیران ہوئی۔ میں نبی اکرم ﷺ کے چہرے مبارک کی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے پوچھا، آقا! آپ کو کوئی تکلیف ہو رہی ہے؟ فرمایا، نہیں۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ جنت کے شوق میں رو رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ تو میں نے پوچھا، اے محبوب ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے روتے ہوئے فرمایا، اَنَا مُشْتَاقٌ وَ بِیْ اِشْتِیَاقٌ میں تو مشتاق ہوں، اللہ کا عاشق ہوں اور اس کے عشق و محبت میں رو رہا ہوں۔ آپ نے دو مرتبہ یہ الفاظ دوہرائے۔ آج ہم اتباع سنت کی باتیں کرتے ہیں کاش! ہمیں اللہ کے محبوب ﷺ کی اس سنت پر بھی عمل نصیب ہو جائے۔

ساری چمک دمک تو انہی موتیوں سے ہے
آنسو نہ ہو تو عشق میں کچھ آبرو نہیں ہے

6. شکر کی وجہ سے رونا

چھٹی اور آخری قسم کا رونا شکر کی وجہ سے رونا ہے۔ نعمت ملے تو رب کریم کے احسانات اور منعم حقیقی کی نعمتوں کو یاد کر کے اظہار تشکر میں بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں۔ اس کو شکر کی وجہ سے رونا کہتے ہیں۔

اظہار تشکر میں نبی اکرم ﷺ کا رونا :

نبی اکرم ﷺ اظہار تشکر کے لئے بھی روتے تھے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تہجد کی نماز ادا فرمائی۔ فَبَکٰی پھر آپ ﷺ روئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے آنسو آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر گرے ثُمَّ رَکَعَ فَبَکٰی پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور پھر بھی روئے۔ ثُمَّ سَجَدَ فَبَکٰی پھر آپ ﷺ سجدے میں گئے تو سجدے میں بھی روئے۔ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَبَکٰی پھر آپ ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا اور پھر آپ ﷺ روئے۔ حتیٰ کہ جب آپ ﷺ نے اسی طرح نماز مکمل کر لی تو سیدہ عائشہؓ نے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مَا یُبْکِیْكَ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، عائشہ! اگر پروردگار نے مجھ پر اتنا احسان فرمایا ہے کہ اس نے میرے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے تو اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

امام غزالیؒ کے ملفوظات :

امام غزالیؒ فرماتے ہیں هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْبُكٰى يَنْبَغِيْ اَنْ لَّا يَنْقَطِعَ اَبَدًا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندے کا رونا کبھی بھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ ہر حال میں روئے گا، جب نعمت نہیں ملے گی تو نعمت مانگنے کے لئے روئے گا اور جب نعمت ملے گی تو شکر کی وجہ سے روئے گا۔ چنانچہ آپ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے قَلْبُ الْعَبْدِ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةٍ بندے کا دل پتھر کی مانند ہے یا اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ لَا تَزَالُ قَسْوَةٌ اِلَّا بِالْبُكٰى فِيْ حَالِ الْخَوْفِ وُالشُّكْرِ جَمِيْعًا چاہے خوف کا حال ہو یا شکر کا حال ہو دونوں حالتوں میں جب تک نہ روئے اس بندے کے دل کی سختی دور نہیں ہو سکتی۔

دل کی سختی :

انسان کے دل کی مثال زمین کی مانند ہے۔ جس زمین کو بیکار چھوڑ دیا جائے اور محنت نہ کی جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ زمین سخت ہو جاتی ہے اور کاشت کے قابل نہیں رہتی۔ اسی طرح جب کوئی انسان اپنے دل پر محنت نہ کرے اور دل کی زمین کو ایک عرصہ تک خالی چھوڑے رکھے تو یہ بھی بنجر ہو جاتی ہے، یہ بھی سخت ہو جاتی ہے، اس میں بھی پھر نیکی کے پھول پودے نہیں اگتے۔ قرآن پاک سے اس کی دلیل ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بارے میں فرماتے ہیں فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ ان پر غفلت کی ایک طویل مدت گزر گئی۔ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دلوں کو سخت کر دیا گیا۔

دل کی سختی کو دور کرنے کا طریقہ :

محترم جماعت! آپ میں سے بعض لوگ آکر بتاتے ہیں کہ ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم تنہائیوں میں بیٹھ کر روتے نہیں۔ اگر ہمیں اللہ

تعالیٰ کے عشق میں رونا آئے، قرآن سن کر رونا آئے، اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونا آئے تو اس رونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دلوں کی سختی کو دور کر دیا کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ پتھر کتنا سخت ہوتا ہے۔ اس کے اوپر پانی کا ایک ایک قطرہ گرتا ہے تو پانی کا وہ قطرہ اس پتھر میں راستہ بنالیتا ہے۔ بالکل اسی طرح مومن جب اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے تو اس کے آنسوؤں کا پانی اس کے دل کے پتھر میں بھی راستہ بنالیا کرتا ہے...... یہی سیکھنے کے لئے تو خانقاہوں میں آنا ہوتا ہے، اللہ والوں کی محفل میں آنا ہوتا ہے۔ یہ دل کاروبار میں لگنے سے نرم نہیں ہوتے، گھر میں بیٹھنے سے نرم نہیں ہوتے، یہ من پسند کھانا کھانے سے نرم نہیں ہوتے، یہ آرام کی نیند سونے سے نرم نہیں ہوتے، یہ چین کی بنسی بجانے سے نرم نہیں ہوتے، بلکہ یہ خشیت الٰہی کی وجہ سے رونے سے نرم ہوتے ہیں۔

ایک پتھر کا رونا:

ایک بزرگ کسی راستے پر جا رہے تھے۔ انہوں نے ایک پتھر کو روتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے پتھر سے پوچھا، تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگا، میں نے کسی قاری صاحب کو پڑھتے ہوئے سنا ہے "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ کہ انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ جب سے میں نے سنا ہے میں رو رہا ہوں کہ کیا پتہ کہ مجھے بھی جہنم کا ایندھن بنا کر جلا دیا جائے۔ ان بزرگوں کو اس پر بڑا ترس آیا۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر دعا مانگی، اے اللہ! اس پتھر کو جہنم کا ایندھن نہ بنانا، جہنم کی آگ سے معاف اور بری فرما دینا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ وہ بزرگ آگے چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد واپس اسی راستے پر گزرنے لگے تو دیکھا کہ وہ پتھر پھر رو رہا ہے۔ وہ پھر کھڑے ہو گئے۔ پتھر سے ہمکلام ہوئے تو پھر پتھر سے پوچھا کہ اب کیوں رو رہا ہے؟

تو پتھر نے جواب دیا کہ ذٰلِكَ بُكَاءُ الْخَوْفِ اے اللہ کے بندے! جب آپ پہلے آئے تھے تو اس وقت کا رونا تو خوف کا رونا تھا'' وَهٰذَا بُكَاءُ الشُّكْرِ وَ السُّرُوْرِ'' اور اب میں شکر اور سرور کی وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے پروردگار نے مجھے جہنم کی آگ سے معافی عطا فرمادی ہے...... جیسے بچے کا رزلٹ اچھا نکلے تو خوشی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اسی طرح اللہ کے نیک بندوں کو جب اس کی معرفت ملتی ہے، جب سینوں میں نور آتا ہے، سکینہ نازل ہوتی ہے اور رب کریم کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے تو اللہ کے کامل بندے پھر اللہ کے شکر سے رویا کرتے ہیں۔

عاشق کی زندگی میں رونے کی فضیلت :

یہی وجہ ہے کہ سالک کی زندگی میں رونا کبھی ختم نہیں ہوتا۔ مبتدی ہو یا منتہی ہو ہر حال میں اسے رونا ہوگا۔ سلوک یہی ہے کہ انسان عبادت کرنے پر بھی روئے اور گناہوں کی معافی مانگ کر بھی روئے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

عاشق دا کم رونا دھونا تے بن رون نئیں منظوری
دل رووے چاہے اکھیاں روون تے وچ عشق دے رون ضروری
کئی تے رووَن دید دی خاطر تے کئی روندے وچ حضوری
عظم عشق وچ رونا پیندا چاہے وصل ہووے چاہے دوری

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ایسی محبت عطا فرمادے اور ایسا عشق عطا فرمادے جو ہمارے دلوں کو موم کردے۔ (آمین)

آج آنسو بہالو...... ورنہ !!!

محترم جماعت! یہ آنکھیں کیسی ہیں کہ ان کے اندر سے پروردگار کی محبت میں، پروردگار کے عشق میں، پروردگار کے شوق میں اور اپنے گناہوں پر ندامت کی وجہ

سے آنسو نہیں نکلتے۔ پھر ان آنکھوں کا کیا فائدہ ؟ آج اس چشم سے آنسو بہا لیجئے۔ ایک ایک آنسو جہنم کی آگ سے بچنے کا سبب بن جائے گا۔ ورنہ جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالیں گے تو روایات میں آتا ہے کہ وہ ایک ہزار سال تک روتے رہیں گے۔ حتی کہ ان کے آنسو پانی کے دریا کی مانند بہنے لگ جائیں گے مگر پروردگار کو ان پر ترس نہیں آئے گا۔ کل اتنا روئیں گے تو ترس نہیں آئے گا مگر آج مکھی کے سر کے برابر آنسو ہمارے گناہوں کو مٹا سکتا ہے۔

مجمع میں کون ہے جو دم مارے کہ میرے گناہ کوئی نہیں۔ ہم سب گنہگار ہیں، خطا کار ہیں، کبھی یہ گناہ کیا کبھی وہ گناہ کیا۔ جب ہم خطا کار ہی ہیں تو ہمیں اپنے پروردگار کے حضور پھر معافی مانگنی چاہئے۔

ساری محفل کے گنہگاروں کی بخشش :

بیہقی شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ وعظ فرمایا۔ آپ ﷺ کا وعظ سن کر ایک صحابی رو پڑے۔ ان کے رونے کی آواز بلند ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اس کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا کہ اس گنہگار کا رونا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا ہے کہ آج اس محفل میں جتنے لوگ موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے سب کی بخشش فرما دی ہے۔

آج ہی بخشش کروالیں :

محترم جماعت ! آج گناہوں کی بخشش کروا لیجئے تاکہ پروردگار سے حساب بے باق ہو۔ معافی مانگ لیجئے۔ اللہ رب العزت کے حضور گر جائیے، سجدے کیجئے۔ معلوم نہیں کہ زندگی کا کیا بھروسہ کہ آج ہے کل نہیں ہو گی۔ یہ سورج غروب ہو چکا پتہ نہیں کہ طلوع ہو گا یا نہیں ہو گا۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ کل پروردگار کا ہمارے ساتھ کیا معاملہ

ہو۔ اپنی عبادات پر بھروسہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اپنے ذکر و مراقبہ پر اعتماد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو کرتے ہیں یا نہیں کرتے سب اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور پروردگار کے سامنے روئیں اور اللہ تعالیٰ سے طلب کریں کہ رب کریم! ہم آپ کے بندے جہنم کا ایندھن بننے کے قابل ہیں مگر میرے مولا! آپ بھی تو عطا کرنے والے ہیں۔ اللہ سے مانگئے کہ

كيف ادعوك وانا اثم
وكيف لا ادعوك وانت كريم

اے اللہ! میں تجھ سے کیسے دعا مانگوں کیونکہ میں بہت گنہگار ہوں، اور اے اللہ! میں تجھ سے کیسے دعا نہ مانگوں جب تو اتنا کریم ہے...... یقیناً جب ہم اپنے گناہوں کو دیکھتے ہیں تو دل کہتا ہے کَیْفَ اَدْعُوْكَ وَاَنَا آثِمٌ کہ میں کیسے دعا مانگوں میں تو گنہگار ہوں، لیکن جب رب کریم کی رحمت کو دیکھتے ہیں تو پھر دل کہتا ہے کَیْفَ لَا اَدْعُوْكَ وَاَنْتَ کَرِیْمٌ اے اللہ! میں کیسے نہ دعا مانگوں، آپ تو اتنے کریم ہیں۔

اعتراف جرم :-

رب کریم! ہماری عبادتوں کو نہ دیکھنا، اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرما دینا۔

عدل کریں تے کنبدے جاون اچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں جئے وی منہ کالے

اے اللہ! اگر آپ نے عدل کیا تو ہم ڈوب جائیں گے، ہم شرمندہ ہو جائیں گے، ہم ذلیل و خوار ہو جائیں گے، ہم چہرہ دکھانے کے قابل نہیں ہیں۔ ہم تو تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتے ہیں۔

رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے والی دعا :-

میرے دوستو! ہم نیکوں میں سے نہیں ہیں مگر نیکوں کے ساتھ تو ہونا چاہتے ہیں۔اس لئے رب کریم سے مانگا کیجئے کہ

احب الصالحین و لست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

اے اللہ! میں نیک تو نہیں ہوں مگر نیکوں کے ساتھ میں اپنا حشر چاہتا ہوں۔ جب ہم اپنے پروردگار سے یوں مانگیں گے تو کیا بعید ہے کہ اللہ رب العزت ہم پر مہربانی فرمادے اور ہمارے ان دو آنسوؤں کو قبول فرما کر ہماری زندگی کے گناہوں کو معاف فرمادے اور آئندہ زندگی ہمیں نیکوکاری اور پرہیزگاری پر گزارنے کی توفیق عطا فرمادے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی زندگی عطا کردے جو ہماری گزری ہوئی زندگی کا کفارہ بن جائے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور ہمارے گناہوں پر پانی بہادیا جائے، بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا جائے۔ الٰہی! آپ تو اتنے عطا کرنے والے ہیں کہ اگر ایک بدکار عورت کسی کتے کو پانی پلاتی ہے تو زندگی کے گناہوں کو دھو دیا جاتا ہے، الٰہی! ہمارے حال پر بھی رحم فرمادیجئے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں بھی اپنے مقربین میں شامل فرمالیجئے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ